غزوات وسرایا میں اخلاق نبوی ﷺ کے مظاہر اور ان کی عصری معنویت

Economic activities of women and contemporary society: A Study in the light of Seerah of the Prophet (PBUH)

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی*

حافظ عرفان اللہ**

ABSTRACT:

Morality is that human character which becomes his second nature. Moral training of individuals is much more necessary for social reforms. According the scholar of ethics: "ethic is a name of that strong quality of inner, in presence of which performance of actions without any compulsion easily to be appeared". Such morality can be viewed in the character of prophet of humanity. From individual to collective, all levels tell us prophetic ethics are on specific high point. Particularly maintaining ethical values in war condition is a high point of humanism. There are well settled examples of prophet of humanity, Muhammad, even for war conditions that drinking water would not be poisoned, Trees would not be cut, women and children would not be beaten and prophet of mercy especially instructed for forgiveness. Now a days when extremism and intolerance is prevailing at all levels, methods of prophetic ethics has a contemporary meanings. In this context study of Seerah of Holy Prophet has an immense importance for enlightening for our life and characters.

Key Words: Seerah, Ethic, War conditions, contemporary meaning-

خُلق اس انسانی کردار کا نام ہے جو جہدِ مسلسل کی بھٹی سے گزر کر فطرتِ ثانیہ بن جاتا ہے، یہ وہ ملکہ ہے جس کی بدولت افعال یوں سہولت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں جیسے سانس کی آمد و رفت ہو یا رگوں میں موجود خون کی گردش۔ اس کیلئے نہ تو تکلف و تصنع کا سہارا لینا پڑتا ہے اور نہ ذہنی صلاحیتوں کے ارتکاز کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس جہانِ رنگ و بو نے اخلاق عالیہ کے بہت سے پیکر دیکھے ہوں گے جن کا وجود اس گیتی کیلئے باد و باراں کی حیثیت رکھتا ہو، جن کے افعال حسنہ کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہو، جن کے اعمال جمیلہ دیکھ کر لوگ اپنے کردار کی نوک پلک سنوارتے ہوں، لیکن ان بلند کردار لوگوں کیلئے بھی ہر وقت ان اوصاف حمیدہ سے متصف رہنا ممکن نہیں، مرور زمانہ ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتا ہے کہ ان اخلاق جمیلہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ ہی جاتا ہے، جب غم و الام کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں تو

---

*Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
Email: saeedahmad@lgu.edu.pk

**PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

پائے استقلال میں لغزش آہی جاتی ہے، جب ظالم لوگ عرصہ حیات تنگ کرنے پر اتر آئیں تو پھر ان کی زبان میں انہیں جواب دینا ہی پڑتا ہے، میدان کارزار میں نرمی، در گزر، بردباری، شفقت اور مروت جیسے الفاظ بزدلی سمجھے جاتے ہیں، ''کما تدین تدان'' اور ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے'' جیسی کہاوتیں بہادری اور بے باکی کی علامات سمجھی جاتی ہیں۔

مگر آسمان نے اس زمین پر ایک ایسی ہستی بھی دیکھی جس نے ''جنگ اور محبت میں سب جائز ہے'' جیسے سارے مقولوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا، طوفان بدتمیزی برپا رکھنے والوں کیلئے بھی رحمت کے پر بچھا دیے، جنگ جیسے کٹھن مراحل میں بھی اخلاق عالیہ ہاتھ سے نہ جانے پائے، جن کی سیرت طیبہ کے اعلیٰ نمونے میدان جنگ میں بھی اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ دعوتِ نظارہ دیتے رہے، یقیناً وہ ہستی نبی آخر الزماں ﷺ کی ہی ہو سکتی ہے جو شمائل حمیدہ کے شہسوار تھے، آپ جنگِ بدر کو دیکھ لیں، مدمقابل وہی لوگ نہ تھے جو آپ ﷺ کے خون کے پیاسے رہے؟ مکی زندگی میں وہ کون سی تکلیف تھی جو انہوں نہ دی ہو؟ اور ہجرت کے بعد بھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیا، آج سامنے کھڑے اس پانی کیلئے حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں جس پر خود ان کا قبضہ تھا تو اس سے مسلمانوں کو ایک گھونٹ بھی پینے کی اجازت نہ تھی، مگر جب وہی مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے جانی دشمنوں کو بھی پانی لینے سے نہ روکا جائے۔ غزوہ احد میں مدینہ پر چڑھ دوڑنے اور اہل اسلام کو شدید نقصان پہنچانے والے کافر عذاب الٰہی کو دعوت دے چکے تھے مگر رحمت عالمین کے مبارک لبوں کی جنبش کا انتظار تھا کہ فرشتے نیست و نابود کر کے رکھ دیتے، مگر لب ہائے مبارک متحرک ہوئے تو ان بدبختوں کے بھی دعا ہی نکلی جنھوں نے ابھی ابھی کتنے ہی مسلمانوں کو شہید کیا تھا اور سرور کائنات کے محبوب چچا، سیدنا امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا۔ غزوہ خندق ہو یا پھر غزوہ بنو مصطلق، صلح حدیبیہ ہو یا پھر فتح مکہ، غزوات سے تعلق رکھنے والے اخلاق کریمانہ کے بہت سے واقعات کتب سیرت میں موجود ہیں آپ تو آپ رہے آپ کے صحابہ کے ایسے خوبصورت واقعات تاریخ کا حصہ ہیں، حضرت علی کا تھوکنے والے کو چھوڑ دینا دیکھ لیں یا پھر حضرت ابو دجانہ کا حضور کے غم گسار چچا، جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ پر تلوار نہ اٹھانا پڑھ لیں، انسان ان کے اخلاق فاضلہ کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نبی کریم ﷺ اللہ جل مجدہ کی تخلیق کامل کا ایسا حسین شاہکار ہیں کہ آپ کی مثال ناممکنات میں سے ہے۔ نبی رحمت ﷺ اپنی ہستی کے ہر پہلو کے اعتبار سے ایسی جامعیت کے حامل ہیں کہ وہاں کوئی نقص تلاش کر لینا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی صفات کمالیہ کا مظہر اتم بنا کر بھیجا، نہ تو آپ کے ظاہری حسن و جمال میں آپ کا کوئی ثانی ہے اور نہ ہی کمالات باطنیہ میں۔ آپ کے ظاہری وجود کا حسن دیکھیں تو سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رباعی ذہن میں گونجتی ہے کہ:

وَأَحسَنُ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَيني　　　وَأَجمَلُ مِنكَ لَم تَلِدِ النِساءُ

خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن كُلِّ عَيبٍ　　　كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ[1]

اور آپ کے حسن اخلاق کو سمجھنے کیلئے قرآن کی یہ گواہی کافی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ[2]۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ: کان خلقه القرآن[3] آپ خود تو اخلاق کریمانہ کے پیکرِ اتم تھے ہی اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے صحابہ کرام کے عادات وشمائل کو بھی قرآنی اخلاق کی خوشبو سے معطر فرمادیا۔ان کے اخلاق کو حسن کی چمک عطا کرنے کیلئے آپ نے فرمایا:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا[4]

ترجمہ: کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاقی اعتبار سے سب سے اچھا ہے

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے کیا خوب فرمایا:

تِرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تِری خَلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تِرے خالقِ حسن وادا کی قسم[5]

صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور افریقی "خ ل ق" مادہ کے ضمن میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

الخُلُقُ، بِضَمِّ اللَّامِ وَسُكُونِهَا: وَهُوَ الدِّين والطبْع وَالسَّجِيَّةُ، وَحَقِيقَتُهُ أَنه لِصورة الإِنسان الْبَاطِنَةِ وَهِيَ نفْسه وأَوصافها وَمَعَانِيهَا المختصةُ بِهَا بِمَنْزِلَةِ الخَلْق لِصُورَتِهِ الظَّاهِرَةِ وأَوصافها وَمَعَانِيهَا، وَلَهُمَا أَوصاف حَسَنة وَقَبِيحَةٌ، والثوابُ وَالْعِقَابُ يَتَعَلَّقَانِ بأَوصاف الصُّورَةِ الْبَاطِنَةِ أَكثر مِمَّا يَتَعَلَّقَانِ بأَوصاف الصُّورَةِ الظَّاهِرَةِ۔[6]

ترجمہ: خلق کا لفظ لام کی پیش اور سکون دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے،اس سے مراد دین، طبعیت اور عادت ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ انسان کی باطنی صورت کیلئے ہے اس سے مراد انسان کا نفس، نفس کے اوصاف اور وہ معانی ہیں جن سے نفس متصف ہوتا ہے، جیسا کہ لفظ "خَلق انسان کی ظاہری صورت،اس کے اوصاف اور معانی کیلئے آتا ہے، ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں کے اچھے اوصاف بھی ہوسکتے ہیں اور قبیح بھی۔ جبکہ ثواب وعقاب کا تعلق ظاہری اوصاف سے زیادہ باطنی اوصاف کے ساتھ ہوتا ہے۔

خلق کے متعلق علامہ جرجانی کی ذکر کردہ تعریف کو اہل علم نے زیادہ پسند کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

الخُلق: عبارة عن هيئة للنفس راسخة تصدر عنها الأفعال بسهولة ويسر من غير حاجة إلى فكر وروية، فإن كانت الهيئة بحيث تصدر عنها الأفعال الجميلة عقلًا وشرعًا بسهولة، سميت الهيئة: خلقًا حسنًا، وإن كان الصادر منها الأفعال القبيحة، سميت الهيئة: خلقًا سيئا۔[7]

ترجمہ: خُلق نفس کی اس راسخ کیفیت کو کہتے ہیں جس کی مدد سے افعال سہولت اور آسانی سے صادر ہوجاتے ہیں۔اس کیلئے غور وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی۔اگر تو نفس کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کی مدد سے عقلی اور شرعی اعتبار سے عمدہ افعال باسہولت صادر ہوتے ہوں تو اس کیفیت کو "خلق حسن" کہا جاتا ہے اور اس سے صادر ہونے والے افعال قبیح ہوں تو اس کو "خلق سیئ" کہا جاتا ہے۔

خلق کیلئے ضروری ہے کہ وہ عادت انسانی طبعیت میں راسخ ہوچکی ہو اور اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہو وگرنہ اسے "خلق" نہیں کہا جاسکتا۔چنانچہ علامہ جرجانی مزید لکھتے ہیں:

إنما قلنا إنه هيئة راسخة لأن من يصدر منه بذل المال على الندور بحالة عارضة لا يقال خلقه السخاء ما لم يثبت ذلك في نفسه وكذلك من تكلف السكوت عند الغضب بجهد أو روية لا يقال خلقه الحلم وليس الخلق عبارة عن الفعل فرب شخص خلقه السخاء ولا يبذل إما لفقد المال أو لمانع وربما يكون خلقه البخل وهو يبذل لباعث أو رياء۔ [8]

مذکورہ بالا تعریف سے معلوم ہوا کہ اخلاق حسنہ ہوتے ہی وہ ہیں جو احوال و زمانہ کے اثرات کے کوسوں دور ہوں، جن پر خوشی و دکھ اور غم و غصہ کی کیفیات مطلقاً اثر انداز نہ ہو سکیں، وہ ایسی مستقل نوعیت کے ہیں کہ دشمن کا ظلم و جبر بھی انہیں تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ امن و آشتی کے ماحول میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں اور جنگ و جدل کی آندھی بھی انہیں متزلزل نہیں کر سکتی۔ ذیل میں خلق عظیم کے پیکر اتم، مکارم اخلاق کے معلم کامل اور اخلاق حسنہ کی جامع ہستی، مرشد کامل ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے ان پہلوؤں کو ذکر کریں گے جن کا تعلق میدان جنگ کیساتھ ہے۔ جی ہاں! وہی جنگ جس کے متعلق مشہور ہے کہ "جنگ اور محبت میں سب جائز ہے" نبی کریم ﷺ نے وہاں بھی اپنے اوصافِ حمیدہ کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو لائق تحسین بھی ہیں اور قیامت تک آنے والوں کے لیے قابل تقلید بھی۔

ایفائے عہد:

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ عمدہ اخلاق سے متصف انسان وعدہ کی پاسداری کی بھرپور کوشش کرتا ہے مگر بعض اوقات ایسے حالات آجاتے ہیں کہ مجبور ہو کر وہ وعدہ وفا نہیں کر پاتا۔ اور پھر جنگ جیسی نفسا نفسی کی کیفیت میں کیسا وعدہ اور کہاں کی وفا۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے جنگی احوال کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ نے اپنے جانی دشمنوں کے مقابلہ میں بھی ایفائے عہد کا نہ صرف پاس رکھا بلکہ اپنے کسی قسم کے نفع و نقصان کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر اس کو عملی جامہ بھی پہنایا:

1۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان روایت فرماتے ہیں کہ:

مَا مَنَعَنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي حُسَيْلٌ، قَالَ: فَأَخَذَنَا كُفَّارُ قُرَيْشٍ، قَالُوا: إِنَّكُمْ تُرِيدُونَ مُحَمَّدًا، فَقُلْنَا: مَا نُرِيدُهُ، مَا نُرِيدُ إِلَّا الْمَدِينَةَ، فَأَخَذُوا مِنَّا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَنَنْصَرِفَنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهُ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْنَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: «انْصَرِفَا، نَفِي لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَنَسْتَعِينُ اللهَ عَلَيْهِمْ» [9]

ترجمہ: میں غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہو سکا، ہوا کچھ یوں کہ میں (حذیفہ بن یمان) اور ابو حسیل نکلے۔ ہمیں قریش کے کفار نے پکڑ لیا اور کہنے لگے تم محمد (ﷺ) کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں تو ہم تو مدینہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، انہوں نے ہم سے اللہ کے نام پر عہد اور پختہ وعدہ لیا کہ تم مدینہ ہی واپس جاؤ گے اور ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرو گے۔ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو ساری بات بتائی۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ تم واپس جاؤ اور ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں کامیابی کی مدد طلب کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے یہ غزوہ بدر کا وہ نازک موقع تھا جب مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار کے مقابلے میں صرف تین سو تیرہ تھی اور افرادی قوت کی اشد ضرورت تھی لیکن نبی کریم ﷺ نے ان مشکل حالات کے ساتھ ان بہادر صحابہ کے بغیر ہی نبرد آزما ہونے کو ترجیح دی لیکن بدعہدی کو قبول نہ فرمایا۔

2۔ صلح حدیبیہ کو تاریخ اسلام میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جہاں اس معاہدہ کو اسلامی سلطنت کے عروج کیلئے ایک اہم موڑ قرار دیا جاتا ہے وہاں اس اہم مرحلہ پر نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے خوب صورت نقوش بھی ملاحظہ کیے جانے کے قابل ہیں جو ناقدین اسلام کو دعوت مطالعہ دیتے ہیں۔

اہل اسلام کو جو تکالیف مکہ میں پہنچائی گئیں وہ اپنی جگہ مگر مدینہ آجانے کے باوجود کفار کی ریشہ دوانیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جس کی بناء پر غزوہ بدر، احد اور خندق ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ لیکن کفار مکہ تھے کہ کسی صورت نرم ہونے کیلئے تیار نہ تھے۔ کعبہ مشرفہ جہاں ہر شخص کو حاضری دینے کی اجازت تھی وہاں اہل ایمان کیلئے تمام راستے مسدود تھے۔ بیت اللہ کی زیارت کیلئے تڑپتے اہل ایمان سے اب مزید جدائی برداشت نہ ہو رہی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا اور صحابہ کرام کو آگاہ فرمادیا۔ کعبہ کے فراق میں تڑپنے والے عشاق کو جب یہ روح افزاء خبر ملی تو انہوں نے درِ معبود پہ سر نیاز خم کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ صحابہ کو اعلان کر دیا گیا کہ لڑائی کا کوئی پروگرام نہیں اس لیے ایسی کسی بھی کاروائی سے گریز کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام کسی بھی قسم کی جنگی صورت حال سے بچتے بچاتے حدیبیہ کے مقام پر آپہنچے۔ اہل مکہ نے عمرہ کی اجازت نہ دی۔ نبی کریم ﷺ نے صلح کی رائے دی اور مستقلاً جنگ بندی کا معاہدہ کرنے کا مشورہ کیا۔ معاہدہ صلح ابھی لکھا جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور ان کی قید میں تھا، بیڑیوں سمیت بھاگتا ہوا مسلمانوں کے پاس پہنچ گیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانے کی التجا کرنے لگا۔ صحابہ کرام جو پہلے ہی عمرہ کی اجازت نہ ملنے پر غم و غصہ کی کیفیت میں تھے اور کفار پر چڑھ دوڑنے کیلئے تیار بیٹھے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے حکم کی بناء پر خاموش تھے، اب تو قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ لیکن نبی کریم ﷺ چونکہ عہد فرما چکے تھے اس لیے آپ نے ابو جندل سے فرمایا:

يَا أَبَا جَنْدَلٍ اصْبِرْ وَاحْتَسِبْ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ لَكَ وَلِمَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا إِنَّا قَدْ عَقَدْنَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ صُلْحًا، فَأَعْطَيْنَاهُمْ عَلَى ذَلِكَ، وَأَعْطَوْنَا عَلَيْهِ عَهْدًا، وَإِنَّا لَنْ نَغْدِرَ بِهِمْ۔[10]

ترجمہ: اے ابو جندل ! صبر کا دامن تھام اور اس پر اللہ تعالیٰ سے صبر کی امید رکھ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دوسرے مجبوروں کیلئے کوئی رستہ نکال دے گا۔ ہم باہم صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں اور اس پر انہیں زبان دے چکے ہیں اور وہ ہم سے عہد و پیمان کر چکے ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہرگز دھوکا نہیں کریں گے۔

عدل وانصاف:

جنگ کے ماحول میں سپہ سالار کے حکم کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی غداری کہلاتی ہے۔ میدان

کارزار میں ایسا کوئی بھی قدم قابل گردن زدنی جرم قرار دیا جاتا ہے۔اوروں کے ہاں ایسا ہی ہوتا ہوگا مگر رحمت عالمین ﷺ کی نقوش سیرت کچھ اور بتاتے ہیں۔یہاں ایک ادنی سے ادنی سپاہی کو بھی اپنی گزارشات پیش کرنے کی اجازت ہے ، جس عمل کو دیگر سپہ سالاروں کے ہاں غداری گردانا جاتا ہے وہ یہاں میدان جنگ میں عدل وانصاف کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔اور ایسا کیوں نہ ہو خلق عظیم کے پیکر اس ذات کی بارگاہ ہے جنہوں نے اخلاق عالیہ کے عملی نقوش چھوڑے ہیں۔چنانچہ روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر آپ مجاہدین کی صفیں درست فرما رہے تھے اور آپ کے دست مبارک میں تیر تھا جس کے ذریعے آپ ان کو سیدھا فرما رہے تھے کہ ایک سپاہی سواد بن غزیہ تھوڑے سے آگے بڑھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اس تیر کے ساتھ انہیں کچوکا لگایا اور فرمایا کہ :

اسْتَوِ يَا سَوَّادُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْجَعْتَنِي وَقَدْ بَعَثَكَ اللَّهُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ، قَالَ: فَأَقِدْنِي فَكَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَطْنِهِ، وَقَالَ: اسْتَقِدْ، قَالَ: فَاعْتَنَقَهُ فَقَبَّلَ بَطْنَهُ: فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى هَذَا يَا سَوَّادُ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَضَرَ مَا تَرَى، فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ الْعَهْدِ بِكَ أَنْ يَمَسَّ جِلْدِي جِلْدَكَ. فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْرٍ۔[11]

ترجمہ: اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وعدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے لہذا مجھے بدلہ دیجیے۔نبی کریم ﷺ نے اپنے بطن اطہر سے قمیص اٹھادی اور فرمایا کہ یہ لو! بدلہ لے لو۔وہ نبی کریم ﷺ سے ساتھ چمٹ گئے اور بوسہ لینے لگے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سواد تم نے ایس کیوں کیا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جنگ کی جس کیفیت سے ہم دوچار ہیں وہ آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں میں نے سوچا کیوں نہ زندگی کے ان آخری لمحات میں میرا جسم آپ کے جسم اطہر کے ساتھ مس ہو جائے۔۔نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

اس واقعہ سے واضح ہو کہ جنگ کے اس سخت ماحول میں بھی آپ نے عدل وانصاف کا مظاہرہ فرمایا اور صحابی کی عرض پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک:

1۔ غزوہ بدر کا عظیم معرکہ اسلامی طاقت کے مظاہرہ کا ایک اہم موقع تھا۔اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت شامل حال رہی اور اہل ایمان فتح کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔کفار کے ستر لوگ جنگ میں کام آئے اور ستر ہی قید کر لیے گئے۔یہ وہی اہل مکہ تھے جنہوں ظلم وستم کی کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔لیکن یہ بارگاہ تو رحمت عالمین کی بارگاہ ہے لہذا بجائے اس کے کہ ان کافروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے اور انہیں نشان عبرت بنا دیا جاتا نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان کی جان بخشی فرد ی بلکہ ان سے حسن سلوک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔اس بات کی شہادت خود اسیران بدر دے رہے ہیں۔چنانچہ مصعب ابن عمیر کے بھائی ابو عزیز بن عمیر روایت کرتے ہیں:

قَالَ: كُنْتُ فِي الْأُسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَوْصُوا بِالْأَسَارَى خَيْرًا وَكُنْتُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانُوا إِذَا قَدَّمُوا غَدَاءَهُمْ وَعَشَاءَهُمْ أَكَلُوا التَّمْرَ وَأَطْعَمُونِي الْخُبْزَ بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهُمْ۔[12]

ترجمہ: میں خود بدر کے قیدیوں میں سے تھا رسول اللہ ﷺ نے ہمارے بارے حکم دیا تھا کہ ہم سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ میں انصار کے کچھ لوگوں میں (قید) تھا۔ جب وہ صبح و شام کا کھانا لاتے تو مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں پر گزارا کرتے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی تھی۔

2۔ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ خُلُقًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ وَقَدْ رَكِبَ بِي مِنْ خَيْبَرَ عَلَى عَجُزِ نَاقَتِهِ لَيْلًا، فَجَعَلْتُ أَنْعَسُ فَيَضْرِبُ رَأْسِي مُؤْخِرَةَ الرَّحْلِ، فَيَمَسُّنِي بِيَدِهِ، وَيَقُولُ: «يَا هَذِهِ، مَهْلًا. يَا بِنْتَ حُيَيٍّ، مَهْلًا»، حَتَّى إِذَا جَاءَ الصَّهْبَاءَ قَالَ: «أَمَا إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكِ يَا صَفِيَّةُ مِمَّا صَنَعْتُ بِقَوْمِكِ، إِنَّهُمْ قَالُوا لِي كَذَا، وَقَالُوا لِي كَذَا»[13]

خواتین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک:

جنگ کی حالت میں دشمن کو تکلیف دینے اور اسے نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ اولاد اور خواتین انسان کی وہ دولت ہوتی ہے جس کی وہ سب سے زیادہ حفاظت کرتا ہے اس لیے جنگ میں خواتین اور بچوں کو لایا جاتا تاکہ ان کی موجودگی میں کوئی سپاہی میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کا سوچ بھی نہ۔ لہذا جنگ میں خواتین اور بچوں کو نقصان پہنچا کے یا ان کی آڑ میں دشمن پر غلبہ پانے کی تدبیر کی جاتی۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا بلکہ ایک موقع پر میدان جنگ میں کسی خاتون کی نعش دیکھی تو ناراضگی اظہار فرمایا اور انہیں قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ[14]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے کسی غزوہ میں کسی عورت کو مقتول دیکھا گیا تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اس کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ حضرت زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے دن اپنی تلوار نکالی اور صحابہ کے سامنے کر کے فرمایا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا میں نے عرض کی مجھے عطا فرما دیں لیکن آپ نے مجھے نہ دی۔ حضرت ابو دجانہ اٹھے آپ نے وہ تلوار انہیں عطا فرما دی۔ انہوں نے واقعی اس تلوار کا حق ادا کیا ان کے راستے میں جو بھی آتا اسے اڑاتے جاتے یہاں تک کہ پہاڑ کی اوڑ میں کچھ خواتین تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور اشعار گا رہی تھیں، حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ:

فَأَهْوَى بِالسَّيْفِ إِلَى امْرَأَةٍ لِيَضْرِبَهَا، ثُمَّ كَفَّ عَنْهَا، فَلَمَّا انْكَشَفَ لَهُ الْقِتَالُ، قُلْتُ لَهُ: كُلُّ عَمَلِكَ قَدْ رَأَيْتُ مَا خَلَا رَفْعَكَ السَّيْفَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَمْ تَضْرِبْهَا، قَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ أَكْرَمْتُ سَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَقْتُلَ بِهِ امْرَأَةً[15]

ترجمہ: اس عورت کو مارنے کیلئے تلوار چلانے ہی لگے تھے کہ رک گئے جب جنگ ختم ہوئی تو میں نے ان سے کہا میں آپ کے ہر عمل کو (قدر کی نگاہ سے) دیکھ رہا تھا سوائے اس عورت کے جس پر تلوار لے جا کر پیچھے ہٹالی۔ ابو دجانہ فرمانے لگے اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی یہی عزت سمجھی کہ اس کے ساتھ میں کسی عورت کو قتل نہ کروں۔

عفوودرگزر:

میدان کارزار میں کسی بھی قسم کی شرارت ناقابل معافی ہوتی ہے،اور پھر ایسی سازش کہ جس سے سپہ سالاراوران کے معتمد ساتھیوں کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا ہو۔یہ تو بالکل ہی درگزر کیے جانے کے قابل نہیں۔ لیکن رحمت کائنات ﷺ نے زہر دینے والی خاتون کو معاف فرمادیا:

وَأخرج الدَّارِمِيّ وَالْبَيْهَقِيّ عَن جَابر بن عبد الله أَن يَهُودِيَّة من أهل خَيْبَر أهدت لرَسُول الله ﷺ شَاة مَسْمُومَة فَأخذ الذِّرَاع فَأكل مِنْهَا وَأكل رَهْط من اصحابه فَقَالَ ارْفَعُوا ايديكم ودعا الْيَهُودِيَّة فَقَالَ اسممت هَذِه الشَّاة قَالَت من أخْبرك قَالَ أَخْبَرتنِي هَذِه فِي يَدي الذِّرَاع قَالَت نعم قَالَ فَمَا أردْت إِلَى ذَلِك قَالَت قلت إِن كَانَ نَبيا فَلَا يضرّهُ وَإِن لم يكن نَبيا استرحنا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا وَلم يُعَاقِبهَا۔[16]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اہل خیبر سے تعل رکھنے والی ایک یہودی خاتون بکری کا زہر آلود دیا آپ نے اس کی دستی لی اور اس میں سے تھوڑا سا کھالیا اور آپ کے صحابہ میں سے چند لوگوں نے بھی کھالیا۔نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ کھانے سے اپنے ہاتھ کھینچ لو پھر یہودی خاتون کو بلا بھیجا۔اس سے پوچھا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا تھا؟بولی آپ کو کس نے بتایا۔آپ نے ارشاد فرمایا اس دستی نے مجھے بتایا۔اس خاتون نے جی ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔آپ نے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا۔وہ بولی اس لیے کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو اس سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور اگر آپ نبی نہیں تو ہماری آپ سے جان چھوٹ جائے گی۔نبی کریم ﷺ نے اس خاتون کو معاف فرمادیا اور اسے سزا نہ دی۔

حالانکہ یہ زہر نبی کریم ﷺ کیلئے تکلیف کا باعث بنا رہا بلکہ آپ وصال تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كان النبي ﷺ يقول في مرضه الذي مات فيه يا عائشة ما أزال أجد ألم الطعام الذي أكلت بخيبر، فهذا أوان وجدت انقطاع أبهري من ذلك السم۔[17]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ اپنی مرض وفات میں ارشاد فرماتے کہ خیبر میں (زہر آلود) جو لقمہ میں نے کھالیا تھا،اس کی تکلیف آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری شہ رگ اس زہر کی تکلیف سے کٹ جائے گی۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص ظلم و بربریت کے ان ہتھکنڈوں سے بخوبی آگاہ ہے جو کفار مکہ نے اہل اسلام کے ساتھ روا رکھے۔ہر ایک مہاجر صحابی سے جڑی ایک دکھ بھری داستان ہے جو رونگھٹے کھڑا کر دینے کیلئے کافی ہے۔حضرت بلال حبشی سے لے کر صہیب رومی تک اور حضرت یاسر سے لے کر اسلام کی پہلی شہیدہ حضرت سمعیہ تک،شعب ابی طالب کے ان تکلیف دہ شب و روز کا مطالعہ آج کا قری کرے تو اپنے آنسوؤں کا نہیں روک سکتا تو جن پر بیتے ہوں گے انہوں نے کیسے گزارے ہوں گے،مکہ کے ان

تیرہ سالوں کے بعد مدینہ میں بھی سکھ کا سانس نہ لینے دیا، لڑیاں، فسادات، سازشیں کرنے والے یہی لوگ جب فتح مکہ کے موقع پر سر جھکا کے کھڑے ہیں اس وقت بھی اعلان ہوتا ہے

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تَقُولُونَ؟» قَالُوا: نَقُولُ: ابْنُ أَخٍ، وَابْنُ عَمٍّ رَحِيمٌ كَرِيمٌ، ثُمَّ عَادَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلَ قَالُوا مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ: فَإِنِّي أَقُولُ كَمَا قَالَ أَخِي يُوسُفُ: {لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ} [يوسف: 92] فَخَرَجُوا فَبَايَعُوهُ عَلَى الْإِسْلَامِ۔[18]

ترجمہ: آپ پوچھتے ہیں کہ اب بتاؤ کیا کہتے ہو؟ کہنے لگے آپ ہمارے بھائی کے بیٹے ہیں، چچا کے بیٹے ہیں، رحم کرنے والے، کرم کرنے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پھر پوچھا پھر انہوں نے ویسا ہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا کہ آج تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اللہ کریم تمہیں معاف فرمائے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ یہ سن کر وہ نکلے اور اسلام کے لیے آپ سے بیعت کی۔

اس روایت سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف ان کو معاف فرمادیا بلکہ ان کو آزادی کی نوید بھی سنائی اور پھر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے ان کو مجبور نہیں کیا بلکہ وہ آپ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ معافی کا مژدہ سنتے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

کفار والدین کے ساتھ بھی نرمی کا درس:

کفار نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں مشہور کر رکھا تھا کہ یہ کوئی ایسا سبق پڑھاتے ہیں کہ بھائی بھائی کا دشمن ہو جاتا ہے اور بیٹا باپ کے مقابلے میں آکھڑا ہوتا ہے، جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس تھی آپ غزوہ احد کے موقع پر دیکھ لیں۔ ایسی اجازت طلب کرنے کے باوجود آپ اس سے منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ:

استأذن حنظلة بن أبي عامر وعبد الله بن أبيّ ابن سلول رسول الله ﷺ في قتل أبويهما فنهاهما عن ذلك.[19]

ترجمہ: حنظلہ بن ابی عامر نے اپنے باپ ابو عامر اور عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی لیکن نبی کریم نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ منع فرمادیا۔

آسانیاں تقسیم کرنے کا حکم:

ترجمہ: سرور کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر بے شمار انعامات و خصائص عطا فرما کر بھیجا وہاں مؤمنین کیلئے شفیق، مہربان اور نرم خو بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔[20]

ترجمہ: اللہ کی رحمت کی بناء پر آپ ان کیلئے بڑے نرم دل ہیں اگر آپ تند خو یا سنگ دل ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے رفو چکر ہو جاتے۔ آپ ان سے در گزر فرمائیے اور ان کے استغفار کیجیے اور معاملات میں ان سے مشاورت کیجیے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں یہ سارے کمالات اللہ جل مجدہ کی جانب سے ہی ودیعت فرمائے گئے ہیں۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

لَقَدۡ جَاۤءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِیزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیصٌ عَلَیۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ۔[21]

ترجمہ: تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک محترم رسول آئے ہیں جو۔۔۔۔۔۔۔ تمہاری (نجات کیلئے) بڑے حریص ہیں اور اہل ایمان کیلئے مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

آپ صرف ایمان والوں ہی کے لیے باعث رحمت و سراپا محبت نہیں بلکہ تمام عالمین کیلئے آپ کو پیکر رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ وَمَاۤ أَرۡسَلۡنَـٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَـٰلَمِینَ[22]۔ اسی معنی کی تشریح کر رہی ہے۔ یہی وہ سبق تھا جو رحمت عالمین نے اپنے معزز تلامذہ کو سکھایا تھا چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ «بَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا»[23]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو کسی امر کیلئے روانہ فرماتے تو اسے فرماتے کہ لوگوں کو خوشخبری سنانا اور نفرت نہ پھیلانا، لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا تنگی سے دوچار نہ کرنا۔

ظلم کرنے والوں کے لیے بھی دعا:

سلیم الفطرت لوگ ہمیشہ اپنے خیر خواہوں کے ساتھ محبت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ بھلائی کر کے دیکھیں وہ نہ صرف آپ کو دعائیں دیں گے بلکہ آپ کے ساتھ اس سے زیادہ اچھے طریقے سے پیش آئیں گے لیکن اپنے ساتھ ظلم کا رویہ رکھنے والوں کیلئے بھی سراپا خیر بن کے رہنے والے لوگوں کا اگر آپ مشاہدہ کریں تو ان کی فہرست میں سب سے اوپر نام نبی خیر الانام ﷺ کا ہی دیکھائی دے گا۔ آپ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے اور صحابہ کرام کو بھی یہی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ روایت فرماتے ہیں کہ:

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الأَنْبِيَاءِ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَيَقُولُ: «رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ»[24]

ترجمہ: گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ کسی نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے زد و کوب کیا وہ اپنے چہرہ سے خون کو صاف کرتے اور عرض کرتے "اے میرے رب میری قوم کو معاف فرما دے یہ مجھے نہیں جانتے"۔

وہ کون سا ظلم تھا جو کفار نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ روا نہیں رکھا، مکہ والوں کے ظلم اپنی جگہ آپ تبلیغ کیلئے طائف جاتے

ہیں تو بھی ظلم کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ ان کے لیے بھی سراپا رحمت و محبت ہی دیکھائی دیتے ہیں:

خلاصہ بحث:

آج دنیا دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے اور ظلم کی بات یہ ہے کہ ہر جگہ مسلمان ہی اس کا نشانہ ہیں اور اس سے بڑا دکھ اور افسوس یہ ہے کہ دہشت گرد بھی مسلمان ہیں۔ ایسے میں اس بات کی ضرورت انتہائی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ ہم اسلام کی یہ دیدہ زیب تعلیمات دنیا تک پہنچائیں۔ جس مذہب کو دہشت گردی کے ساتھ منسوب کیا جا رہا ہے اس کی بنیادوں میں رحمت و شفقت اور محبت و سلامتی رکھی گئی ہے۔ بعض مستشرقین نے جس نبی آخر الزماں کی طرف دہشت کو منسوب کیا ہے وہ تو سراپا امن و سلامتی ہیں، وہ تو دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی کا درس دیتے ہیں، تاریخ عالم میں ہونے والی جنگوں کا جائزہ لیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ سب سے کم مالی و جانی نقصان ان جنگوں میں ہوا جو مسلمانوں کے ساتھ لڑی گئیں اور خوش قسمتی سے فاتح بھی مسلمان رہے۔ غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ اور اسکے بعد عربوں اور غیر عربوں کے ساتھ ہونی والے تمام معرکے اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ لیکن اگر بد قسمتی سے مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تو پھر آسمان عالم نے ایسا ظلم دیکھا کہ خدا کی پناہ! کشتوں کے پشتے لگ گئے کھوپڑیوں کے مینار بنائے گئے اور اتنا خون بہا کہ کتنے دنوں تک دریاؤں کی سرخی ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ دیگر اقوام کی باہمی جنگیں بھی اسی طرح کا بھیانک منظر پیش کرتی ہیں۔ جنگ عظیم اول و دوم میں ہونی والی تباہی ابھی لوگوں کو بھولی نہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ قتل ہوئے، اس سے زیادہ زخمی و اپاہج ہوئے اور شاید اس سے بھی زیادہ نفسیاتی مریض بن گئے۔ دنیا اس وقت تک امن کو ترستی رہے گی جب رحمت عالمین کو اپنا اسوہ نہیں بناتی۔ امن و جنگ ہر دو حالت میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہی مشعل راہ ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس میں دنیا کی بھلائی مضمر ہے۔

حوالہ جات

---

[1] حسان بن ثابت، دیوان حسان بن ثابت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء، ص 21

[2] القران 68:4

[3] أحمد بن حنبل ومسند احمد، كتاب باقي مسند الانصار، بالحديث السيدة عائشة رضي الله عنها، مؤسسة قرطبة القاهرة، رقم الحديث 2464

[4] الترمذي، محمد بن عيسى أبو عيسى، سنن الترمذي، كتاب الرضاء، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، رقم الحديث 1162

[5] بریلوی، احمد رضا، امام، م 1921ء، حدائق بخشش، مکتبہ المدینہ، کراچی، 2012ء، حصہ اول، ص 80

[6] ابن منظور، محمد بن مکرم، م 711ھ، لسان العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 5، ص 832

[7] الجرجانی، علی بن محمد، م 816ھ، التعریفات، مکتبہ عمریہ، کوئٹہ، 2009، ص 105

[8] ایضاً

[9] مسلم ابن حجاج قشیری ، الجامع الصحیح ،کتاب الجهاد و السير ، باب الوفاء بالعهد، دارالمعرفۃ ، بیروت،2005ء،ص849، رقم الحدیث،4615

[10] أحمد بن حنبل ومسند احمد،كتاب مسند الكوفيين،باب حديث مسور بن مخرمه،مؤسسة قرطبة القاهرة،رقم الحديث 18930

[11] ابن ہشام،محمد عبد الملک ،م213ھ،السیرۃ النبویۃ ،الکتاب العالمی ،بیروت،ج2،ص184

[12] الطبرانی، سلیمان بن أحمد، 360ھ، المعجم الکبیر، المکتبۃ الشاملۃ، رقم الحدیث،18410

[13] أبو یعلی، أحمد بن علي، م307ھ، مسند أبي یعلیٰ، دار المأمون للتراث دمشق، باب حدیث میمونة زوج النبی، رقم الحدیث 7120

[14] مسلم ابن حجاج قشیری، الجمع الصحیح، کتاب الجهادوالسیر، باب تَحْرِيمِ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ، رقم الحدیث4645

[15] الحاكم النيسابوري، محمد بن عبدالله أبو عبدالله ،م405ھ، المستدرك على الصحيحين،كتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب ذكر مناقب أبي دجانة، دار الكتب العلمية، بيروت،1990،رقم الحديث 5019

[16] السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن أبي بکر ،م911ھ، الخصائص الکبریٰ، دار الکتب العلمیة ، بیروت، 1985،ص431

[17] بخاری ،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب بَدْء الوحی ، باب مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ، رقم الحدیث 4428

[18] النسائی، أحمد بن شعيب بن علی، السنن الكبرى، كتاب التفسير، باب سورة الاسراء، دار الكتب العلمية، بيروت 1991ء، رقم الحديث11298

[19] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، م852ھ، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الجيل بيروت،1412ھ،ج2،ص137

[20] آل عمران3:159

[21] التوبۃ 129:9

[22] الانبیاء 106:21

[23] مسلم ابن حجاج قشیری ، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب فِي الْأَمْرِ بِالتَّيْسِيرِ وَتَرْكِ التَّنْفِيرِ، رقم الحدیث4622

[24] -ایضاً،کتاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ، بَاب حدیث الغار، رقم الحدیث3218

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.